بسم اللہ خاں: بے نظیر شہنائی نواز

شاہد خان

آسمانِ موسیقی کا سب سے درخشندہ ستارہ، انسانوں کا دوست، غریبوں اور بے یارومددگار انسانوں کا زبردست حامی ۲۱/اگست ۲۰۰۶ کو وارانسی کے ایک قدیم ہسپتال میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملا۔ ان کی موت دنیائے موسیقی میں ایک ایسا سانحہ ہے، جس پر جتنا ماتم کیجئے کم ہے۔ ایسے فنکار اور ایسے انسان جو بے غرضی سے صرف اپنے فن کی خدمت میں انہماک سے مصروف رہیں، بڑی مشکل سے پیدا ہوتے ہیں۔ بسم اللہ خاں ضرور رحلت کر گئے، لیکن ان کی شہنائی کی آواز فضاؤں میں ہمیشہ گونجتی رہے گی اور اس طرح ان کی یاد کبھی موسیقی سے لگاؤ رکھنے والوں کے دل سے محو نہیں ہوگی۔

بسم اللہ خاں ہم سے بیشک جدا ہوگئے اور وہ بھی ہمیشہ کے لئے، لیکن انھوں نے اپنی شہنائی کی پرسوز وگداز آواز کی صورت میں ایک ایسی وراثت چھوڑی ہے جو ہندوستان کی موسیقی کی تاریخ میں ہمیشہ انھیں زندہ رکھے گی اور ان کی یہ وراثت ہم سب ہندوستانیوں کے لئے مایۂ افتخار رہے گی۔

استاد بسم اللہ خاں ایک عرصے سے بیمار چل رہے تھے۔ حکومت اور دیگر غیر حکومتی اداروں نے ان سے درخواست کی کہ وہ اپنے علاج کے لئے ملک یا بیرون ملک کے بہتر سے بہتر ہسپتال میں داخل ہوجائیں، لیکن انھیں یہ پسند نہیں تھا، جس نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ گنگا کے کنارے بنارس (وارانسی) میں گزارا ہو، وہ عمر کے اب آخری لحات میں اپنے اس قدیمی اور تاریخی شہر کو کیسے خیر آباد کہہ سکتا تھا؟ صبح بنارس اور گنگا نے جو اس شہر سے گزرتی ہے، اسے اپنے سے دور نہیں ہونے دیا۔

جو لوگ استاد بسم اللہ خاں کے نزدیک رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ استاد حیرت انگیز شخصیت کے مالک تھے اور وہ اپنے حسنِ اخلاق سے مختلف مذاہب کے ماننے والوں، مختلف زبانوں کے بولنے والوں اور مختلف تہذیب وتمدن رکھنے والوں میں یکساں طور پر ہردل عزیز تھے۔

بنارس میں آرٹس کے ایک کالج کے پرنسپل رنجن شری واستو کا خیال ہے کہ بے شک استاد بسم اللہ خاں ہندوستان کی موسیقی کے تاج کے ایک گراں بہا موتی ہیں۔ آئندہ چند صدیوں میں بھی ان

کی مثال ملنا مشکل ہے۔ استاد نے شہنائی کو بالکل نئے معنی بخشے ہیں۔ رنجن شری واستو کا یہ بھی کہنا ہے کہ استاد اپنے وطن کے عاشق تھے۔ اپنے ہم پیشہ دوسرے فن کاروں کی طرح وہ کبھی محض روپیہ کمانے کے لئے اپنے وطن سے باہر نہیں گئے۔ انھوں نے بنارس کو کبھی اس غرض سے خیر آباد نہیں کیا۔ بنارس میں ان کی شہنائی کی مدھر آواز امام باڑوں، مذہبی زیارت گاہوں، مندروں، خاص طور پر کاشی وشواناتھ کے مندر اور سنکٹ موچن میں آج بھی گونج رہی ہے۔ ان کی موسیقی کی آواز گنگا کی موجوں میں بھی بسی ہوئی ہے۔ بنارس میں ووکل میوزک کالج کے سابق صدر چتارنجن جیوتشی نے استاد بسم اللہ خاں کے بارے میں کہا:

''استاد کی رحلت کے ساتھ ہی ایک دور کا خاتمہ ہوگیا۔ خدا شاید یہی چاہتا تھا کہ استاد بسم اللہ خاں کی انڈیا گیٹ پر (ہندوستان کی آزادی کے موقع پر) شہنائی کی آواز، جنت کے دروازے پر بھی سنی جائے۔''

استاد بسم اللہ خاں کے لیے شہنائی زندگی کا ایک اٹوٹ حصہ تھی۔ شہنائی سے ان کے قلبی اور روحانی تعلق ہی نے شہنائی کو وہ مقام بخشا کہ وہ شادی بیاہ اور مذہبی مراسم میں بجائی جانے لگی۔

ودیادھر ویاس لکھنو موسیقی کالج کے وائس پرنسپل کا کہنا ہے کہ:

''بسم اللہ خاں بڑی مہارت سے شہنائی کو اپنے ہاتھ میں لیتے تھے اور بڑے فخر اور نہایت مہارت اور خوبی سے اسے بجاتے تھے۔ آنے والے برسوں میں ان کا ثانی مشکل ہی سے پیدا ہوتا نظر آرہا ہے۔ استاد انسانی عظمت کے علمبردار تھے۔''

استاد صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ پنج وقتہ نماز پڑھتے تھے، اس کے ساتھ ہی انھیں گنگا، بابا وشواناتھ اور سنکٹ موچن سے بھی ایک تعلق تھا۔

ان سے بارہا کہا گیا کہ وہ زیادہ سرسبز چراگاہوں میں شکار کریں، جہاں زیادہ آمدنی کے امکانات ہیں، وہاں جائیں اور ثروت کے ڈھیر لگادیں، لیکن ان کا ہمیشہ یہ جواب ہوتا تھا کہ'' میں بابا وشواناتھ اور گنگا کو کہاں پاؤں گا۔'' ان سے کہا گیا کہ وہ ہندوستان سے باہر چلیں جہاں انھیں بڑی دولت مل سکتی ہے، وہ جو کچھ چاہتے ہیں وہ انھیں فراہم کیا جاسکتا ہے، لیکن انھوں نے ہمیشہ یہ جواب دیا کہ:

''تم لوگ وہاں میرے لیے گنگا کہاں سے لاؤگے۔''

استاد بسم اللہ خاں ۲۱ مارچ ۱۹۱۶ کو بہار کے ایک غریب گھرانہ میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ اپنے

ماضی سے غافل نہیں تھے اور ان کی شخصیت کی یہ معرفت، دوسروں سے تعلقات میں جھلکتی تھی۔

ایک بار استاد بسم اللہ خاں نے ایک نامہ نگار کو بتایا کہ:

ایئر کنڈیشنر (AC) کی ایک کمپنی نے ایک بار ان سے یہ درخواست کی کہ وہ کمپنی کو اجازت دے دیں کہ وہ ان کے گھر میں ایک ایئر کنڈیشنر لگا دے۔ استاد نے ان سے کہا: میں ایئر کنڈیشنر کی ٹھنڈی ہوا میں کیسے سو سکتا ہوں جبکہ میرا ہمسایہ رمضان علی، گرمی کی شدت کم کرنے کے لیے اپنے مکان کے چھپر پر، پانی چھڑکتا رہتا ہے۔

بڑے دکھ کی بات ہے کہ استاد بسم اللہ خاں جو محض ایک معروف و محترم شہنائی نواز ہی نہیں تھے، بلکہ ایک انسان دوست اور بنی نوع انسان کی ترقی و بہبودی کے خواہاں تھے، پیر کے دن ظہر کے بعد ۲۱ راگست ۲۰۰۶ کو رحلت کر گئے۔ انھیں درگاہ فاطمان، بنارس میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔